پطرس بخاری

سنیما کا عشق

'' سنیما کا عشق'' عنوان تو عجب ہوس خیز ہے ۔ لیکن افسوس کہ اِس مضمون سے آپ کی تمام توقعات مجروح ہوں گی ۔ کیونکہ مجھے تو اِس مضمون میں کچھ دل کے داغ دکھانے مقصود ہیں ۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھئے کہ مجھے فلموں سے دلچسپی نہیں ۔ یا سنیما کی موسیقی اور تاریکی میں جو ارمان انگیزی ہے ، میں اس کا قائل نہیں ۔ میں تو سنیما کے معاملے میں اوائلِ عمر ہی سے بزرگوں کا موردِ عتاب رہ چکا ہوں ۔ لیکن آجکل ہمارے دوست مرزا صاحب کی مہربانیوں کے طفیل سنیما گویا میری ایک دُکھتی ہوئی رگ بن کر رہ گیا ہے ۔جہاں اس کا نام سنتا ہوں ، بعض درد انگیز واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ، جس سے رفتہ رفتہ میری فطرت ہی کج بیں بن گئی ہے ۔

اوّل تو خدا کے فضل سے ہم سنیما کبھی وقت پر نہیں پہنچ سکے ۔ اس میں میری سستی کو ذرا دخل نہیں ۔ یہ سب قصور ہمارے دوست مرزا صاحب کا ہے ، جو کہنے کو تو ہمارے دوست ہیں ، لیکن خدا شاہد ہے اُن کی دوستی سے جو جو نقصان ہمیں پہنچے ہیں ، کسی دشمن کے قبضۂ قدرت سے بھی باہر ہوں گے ۔

جب سنیما کا ارادہ ہو ، ہفتہ بھر پہلے سے انھیں کہہ رکھتا ہوں کہ '' کیوں بھئی مرزا صاحب ، جمعرات سنیما چلو گے نا !'' میری مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ پہلے سے تیار رہیں ۔ اور اپنی تمام

مصروفیتیں اس ڈَھب سے ترتیب دے لیں کہ جمعرات کے دن اُن کے کام میں ہرج واقع نہ ہو ۔ لیکن وہ جواب میں عجب قدر ناشناسی سے فرماتے ہیں :

''ارے بھئی، چلیں گے کیوں نہیں ! کیا ہم انسان نہیں؟ ہمیں تفریح کی ضرورت نہیں ہوتی ؟ اور پھر ہم نے کبھی تم سے ایسی بے مروتی بھی برتی ہے کہ تم نے چلنے کو کہا ہو اور ہم نے تمہارا ساتھ نہ دیا ہو !''

اُن کی تقریر سن کر میں کھسیانا سا ہو جاتا ہوں ۔ کچھ دیر چپ رہتا ہوں ۔ اور پھر دَبی زبان سے کہتا ہوں : '' بھئی ، اب کے ہو سکا تو وقت پر پہنچیں گے ۔ ٹھیک ہے نا ؟''

میری یہ بات عام طور پر ٹال دی جاتی ہے ، کیونکہ اس سے ان کا ضمیر کچھ تھوڑا سا بیدار ہو جاتا ہے ۔ خیر میں بھی بہت زور نہیں دیتا ۔ صرف ان کو بات سمجھانے کے لیے اتنا کہہ دیتا ہوں :

'' کیوں بھئی ، سنیما آج کل چھ بجے شروع ہوتا ہے نا ؟''

مرزا صاحب عجب معصومیت کے انداز میں جواب دیتے ہیں : ''بھئی ، یہ ہمیں معلوم نہیں ۔''

''میرا خیال ہے چھ ہی بجے شروع ہوتا ہے ۔''

'' اب تمہارے خیال کی کوئی سند نہیں ۔''

''نہیں مجھے یقین ہے ، چھ بجے شروع ہوتا ہے ۔''

'' تمہیں یقین ہے تو میرا دماغ کیوں مفت میں چاٹ رہے ہو ؟''

اس کے بعد آپ ہی کہئے میں کیا بولوں ؟

خیر جناب ، جمعرات کے دن چار بجے ہی ان کے مکان کو روانہ ہو جاتا ہوں ۔ اس خیال سے کہ جلدی جلدی انھیں تیار کرا کے وقت پر پہنچ جائیں ۔ دولت خانے پر پہنچتا ہوں تو آدم نہ آدم

زاد ۔ مردانے کے سب کمروں میں گھوم جاتا ہوں ۔ ہر کھڑکی میں سے جھانکتا ہوں ۔ ہر شگاف میں سے آوازیں دیتا ہوں ۔ لیکن کہیں سے رسید نہیں ملتی ۔ آخر تنگ آکر اُن کے کمرے میں بیٹھ جاتا ہوں ۔ وہاں دس پندرہ منٹ سیٹیاں بجاتا رہتا ہوں ۔ دس پندرہ منٹ پنسل سے بلاٹنگ پیپر پر تصویریں بناتا رہتا ہوں ۔ پھر سگریٹ سلگا لیتا ہوں ۔ اور باہر ڈیوڑھی میں نکل کر اِدھر اُدھر جھانکتا ہوں ۔ وہاں بدستور ہو کا عالم دیکھ کر کمرے میں واپس آجاتا ہوں ۔ اور اخبار پڑھنا شروع کر دیتا ہوں ۔ ہر کام کے بعد مرزا صاحب کو ایک آواز دے لیتا ہوں ۔ اِس اُمید پر کہ شاید ساتھ کے کمرے میں یا عین اوپر کے کمرے میں تشریف لے آئے ہوں ۔ سو رہے تھے، تو ممکن ہے جاگ اُٹھے ہوں، یا نہا رہے تھے تو شاید غسل خانے سے باہر نکل آئے ہوں ۔ لیکن میری آواز مکان کی وسعتوں میں سے گونج کر واپس آجاتی ہے ۔ آخر کار ساڑھے پانچ بجے کے قریب زنانے سے تشریف لاتے ہیں ۔ میں اپنے کھولتے ہوئے خون کو قابو میں لا کر متانت اور اخلاق کو بڑی مشکل سے مدِّ نظر رکھ کر پوچھتا ہوں: ''کیوں حضرت ! آپ اندر ہی تھے ؟''

'' ہاں اندر ہی تھا ۔''

'' میری آواز آپ نے نہیں سنی ؟''

'' اچھا یہ تم تھے ؟ میں سمجھا کوئی اور ہے ۔''

آنکھیں بند کر کے سر کو پیچھے ڈال لیتا ہوں ۔ اور دانت پیس کر غصے کو پی جاتا ہوں ۔ اور پھر کانپتے ہوئے ہونٹوں سے پوچھتا ہوں : '' تو اچھا آپ چلیں گے یا نہیں ؟''

'' وہ کہاں ؟ ''

'' ارے بندۂ خدا ! آج سنیما نہیں جانا ؟''

'' ہاں سنیما ! سنیما (یہ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں) ٹھیک ہے سنیما ۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ایسی ہے جو مجھے یاد نہیں آتی۔ اچھا ہوا تم نے یاد دلا دیا، ورنہ مجھے رات بھر اُلجھن رہتی ۔''

'' تو چلو پھر اب چلیں ۔''

'' ہاں ، وہ تو چلیں گے ہی ۔ میں سوچ رہا تھا، آج ذرا کپڑے بدل لیتے ۔ خدا جانے دھوبی کمبخت کپڑے لایا ہے یا نہیں ۔ یار، اِن دھوبیوں کا تو کوئی انتظام کرو ۔''

اگر قتلِ انسانی ایک سنگین جرم نہ ہوتا، تو ایسے موقع پر مجھ سے ضرور سرزد ہو جاتا۔ لیکن کیا کروں ۔ اپنی جوانی پر رحم کھاتا ہوں ، بے بس ہوتا ہوں ۔ صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ :

'' مرزا بھئی ، للہ مجھ پر رحم کرو ! میں سنیما چلنے کو آیا ہوں۔ دھوبیوں کا انتظام کرنے نہیں آیا۔ یار بڑے بد تمیز ہو ۔ پونے چھ بج چکے ہیں اور تم جوں کے توں بیٹھے ہو ۔''

مرزا صاحب عجب مربیانہ تبسم کے ساتھ کرسی پر سے اُٹھتے ہیں ۔ گویا یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اچھا بھئی تمھاری طفلانہ خواہشات آخر ہم پوری کر ہی دیں ۔ چنانچہ پھر یہ کہہ کر اندر تشریف لے جاتے ہیں کہ ''اچھا کپڑے پہن آؤں ۔''

مرزا صاحب کے کپڑے پہننے کا عمل اس قدر طویل ہے کہ اگر میرا اختیار ہوتا تو قانون کی رو سے انھیں کبھی کپڑے اُتارنے ہی نہ دیتا ۔ آدھ گھنٹے کے بعد وہ کپڑے پہنے ہوئے تشریف لاتے ہیں ۔ ایک پان منھ میں اور دوسرا ہاتھ میں ۔ میں بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہوں ۔ دروازے پر پہنچ کر مڑ کے جو دیکھتا ہوں ، تو مرزا صاحب غائب ۔ پھر اندر آجاتا ہوں ۔ مرزا صاحب کسی کونے میں کھڑے کچھ کرید کر رہے ہوتے ہیں ۔

'' ارے بھئی چلو ! ''

'' چل تو رہا ہو ں یا ر ! آخر اتنی بھی کیا آفت ہے ! ''

'' اور یہ تم کر کیا رہے ہو ؟ ''

'' پا ن کے لیے ذرا تمباکو لے رہا تھا ۔ ''

تمام رستے مرزا صاحب چہل قدمی فرماتے جا تے ہیں ۔ میں ہر دو تین لمحے کے بعد اپنے آپ کو ان سے چار پا نچ قدم آگے پاتا ہوں ۔ کچھ دیر ٹھہر جاتا ہوں ۔ وہ ساتھ آملتے ہیں تو پھر چلنا شروع کر دیتا ہوں ۔ پھر آگے نکل جاتا ہوں ۔ پھر ٹھہر جاتا ہوں ۔ غرضیکہ گو چلتا دُگنی تگنی رفتار سے ہوں ، لیکن پہنچتا اُن کے ساتھ ہی ہوں ۔

ٹکٹ لے کر اندر دا خل ہوتے ہیں تو اندھیرا گھپ ۔ بہتیرا آنکھیں جھپکتا ہوں ، کچھ سجھا ئی نہیں دیتا ۔ اِدھر سے کو ئی آواز دیتا ہے : '' یہ دروازہ بند کر دو جی ! '' یا اللہ اب جاؤں کہاں ؟ رستہ ، کر سی ، دیوار ، آ دمی ، کچھ بھی تو نظر نہیں آتا ۔ ایک قدم بڑھاتا ہوں تو سر اُن بالٹیوں سے جا ٹکراتا ہے جو آگ بجھانے کے لیے دیوار پر لٹکی رہتی ہیں ۔ تھوڑی دیر کے بعد تاریکی میں کچھ دُھندلے سے نقش دکھائی دینے لگتے ہیں ۔ جہا ں ذرا تا ریک تر سا دھبہّ دکھائی دے جا ئے ، وہاں سمجھتا ہوں خالی کر سی ہو گی ۔ خمیدہ پشت ہو کر اُس کا رُ خ کرتا ہوں ۔ اِس کے پا ؤں کو پھاند ، اُس کے ٹخنوں کو ٹھکرا ، خواتین کے گھٹنوں سے دامن بچا ، آخر کار کسی کی گود میں جا بیٹھتا ہوں ۔ وہاں سے نکال دیا جاتا ہوں ۔ اور لوگوں کے دھکوں کی مدد سے کسی خالی کر سی تک جا پہنچتا ہوں ۔ مرزا صاحب سے کہتا ہوں : ''میں نہ بکتا تھا کہ جلدی چلو ۔ خواہ مخواہ میں ہم کو رُسوا کروایا نا گدھا کہیں

کا!'' اس شگفتہ بیانی کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ کی کرسی پر جو حضرت بیٹھے ہیں، اور جن کو میں مخاطب کر رہا ہوں، وہ مرزا صاحب نہیں ،کوئی اور بزرگ ہیں ۔

اب تماشے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ، اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ فلم کونسا ہے، اس کی کہانی کیا ہے اور کہاں تک پہنچ چکی ہے ۔ سمجھ میں صرف اس قدر آتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت جو پردے پر بغل گیر نظر آتے ہیں، ایک دوسرے کو چاہتے ہوں گے ۔ اس انتظار میں رہتا ہوں کہ کچھ لکھا ہوا سامنے آئے تو معاملہ کھلے کہ اتنے میں سامنے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے حضرت ایک وسیع و فراخ انگڑائی لیتے ہیں، جس کے دوران میں کم ازکم دو تین سو فٹ فلم گزر جاتا ہے ۔ جب انگڑائی کو لپیٹ لیتے ہیں تو سر کھجانا شروع کر دیتے ہیں اور اس عمل کے بعد ہاتھ کو سر سے نہیں ہٹاتے ۔ بلکہ بازو کو ویسے ہی خمیدہ رکھے رہتے ہیں ۔ میں مجبوراً سر کو نیچا کر کے چائے دانی کے اس دَستے کے بیچ میں سے اپنی نظر کے لیے رستہ نکال لیتا ہوں ۔ اور اپنے بیٹھنے کے انداز سے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہوں جیسے میں ٹکٹ خریدے بغیر اندر گھس آیا ہوں ۔ اور چوروں کی طرح بیٹھا ہوا ہوں ۔ تھوڑی دیر کے بعد انھیں کرسی کی نشست پر کوئی مچھر یا پسو محسوس ہوتا ہے ۔ چنانچہ وہ دائیں طرف ذرا اونچے ہو کر بائیں طرف کو جھک جاتے ہیں ۔ میں مصیبت کا مارا دوسری طرف جھک جاتا ہوں ۔ ایک لمحے کے بعد وہی مچھر دوسری طرف ہجرت کر جاتا ہے ۔ چنانچہ ہم دونوں پھر سے پینترا بدل لیتے ہیں ۔ غرضیکہ یہ دل لگی یونہی جاری رہتی ہے ۔ وہ دائیں تو میں بائیں ۔ وہ بائیں تو میں دائیں ۔ ان کو کیا معلوم کہ اندھیرے میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے ۔ دل یہی چاہتا ہے کہ اگلے درجے کا ٹکٹ لے کر اُن کے آگے جا بیٹھوں اور کہوں کہ لے بیٹا ، دیکھوں تو اب تو کیسے فلم دیکھتا ہے !

پیچھے سے مرزا صاحب کی آواز آتی ہے: ''یار، تم سے نچلا نہیں بیٹھا جاتا! اب جو ہمیں ساتھ لائے ہو تو فلم تو دیکھنے دو!''

اس کے بعد میں غصے میں آکر آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ اور قتلِ عمد، خودکشی، زہر خورانی وغیرہ معاملات پر غور کرنے لگتا ہوں۔ دل میں کہتا ہوں، ایسی کی تیسی اس فلم کی! سو سو قسمیں کھاتا ہوں کہ پھر کبھی نہ آؤں گا۔ اگر آیا بھی تو اس کم بخت مرزا سے ذکر تک نہ کروں گا۔ پانچ چھ گھنٹے پہلے سے آجاؤں گا۔ اوپر کے درجے میں سب سے اگلی قطار میں بیٹھوں گا۔ تمام وقت اپنی نشست پر اُچھلتا کودتا رہوں گا۔ بہت بڑے طرّے والی پگڑی پہن کر آؤں گا۔ اپنے اوور کوٹ کو دو چھڑیوں پر پھیلا کر لٹکا دوں گا۔ بہر حال مرزا کے پاس تک نہ پھٹکوں گا۔ لیکن اس کم بخت دل کو کیا کروں؟ اگلے ہفتے پھر کسی اچھے فلم کا اِشتہار دیکھ پاتا ہوں تو سب سے پہلے مرزا کے ہاں جاتا ہوں اور گفتگو پھر وہیں سے شروع ہوتی ہے کہ ''کیوں بھئی مرزا، اگلی جمعرات سنیما چلو گے نا؟''